تبصـــرہ کتب

نام کتاب : الردہ و نبذہ من فتوح العراق

مصنف : محمد عمر بن واقد الواقدی

تحقیق و تقدیم : ڈاکٹر محمد حمید اللہ

صفحات : ١٨٦

صدر اسلام اور بالخصوص عہد نبوی اور عہد خلفائے راشدین کی تاریخ چند در چند اہمیت کی حامل ہے۔ ایک غیر مسلم محقق کے لئے اس کی اہمیت اس لئے ہے کہ یہ دور اسلامی روایات، اسلامی فقہ، اسلامی تہذیب و تمدن اور خود امت مسلمہ کا تشکیلی دور ہے۔ اس دور میں جن روایات کا آغاز ھوا ۔ جن فقہی تصورات نے جنم لیا، جو تہذیبی اور تمدنی اصول وضع ھوئے اور جن خطوط پر امت کی تشکیل ھوئی ان سب کا اثر بعد کی پوری اسلامی تاریخ پر نمایاں طور پر ھمیشہ محسوس کیا گیا ۔ لیکن ایک مسلمان محقق کے لئے اس دور کی تاریخ بلکہ ھر جزئی سے جزئی واقعہ کی تفصیلات بھی بڑی اہمیت اور محبوبیت رکھتی ھیں ۔ مذکورہ بالا تحقیقی اہمیت کے علاوہ ، جس سے صرف اھل علم اور اصحاب تحقیق کو ھی دلچسپی ھو سکتی ہے۔ ایک مسلمان قاری کو بھی ان تفصیلات میں ایک ایسی دلآویزی اور لذت محسوس ھوتی ہے جو شاید تاریخ کے کسی اور دور کو حاصل نہیں ھو سکتی ۔

یہی وجہ ہے کہ مسلمان اھل علم و تحقیق نے دور صحابہ ھی سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کو اپنی تحقیقی ترکتازیوں کا موضوع بنایا اور اس کے ھر پہلو پر معلومات فراھم کرنا

اور ان کو اگلی نسلوں تک منتقل کرنا اپنا زندگی کا مشن قرار دیا ۔ پھر تابعین کے دور سے اس تحقیقی عمل میں دور صحابہ اور بالخصوص دور خلفائے راشدین کی تفصیلات کا مطالعہ بھی شامل ہو گیا ۔ دوسری صدی ھجری آتے آتے ایسے بے شمار اھل علم و محقق میدان میں آ گئے جنھوں نے عہد نبوی اور عہد خلفائے راشدین کے مطالعہ کو اپنی علمی سرگرمیوں کا مرکزی نقطہ قرار دیا ۔ اس ضمن میں تین نمایاں انداز فکر یا میدانہائے عمل سامنے آئے ۔ محدثین کرام نے اقوال رسول اور سنت رسول کی جمع و تدوین کے لئے خود کو وقف کیا ۔ فقہائے عظام نے کتاب و سنت کی عملی تعبیر و انطباق کے موضوع سے اعتناء کیا، اور سیرت نگاروں نے حیات رسول ، شخصیت رسول اور کارنامہ رسول سے بحث کی ۔

سیرت کے باب میں جو نام بہت نمایاں ہوئے ان میں ایک بڑا ممتاز لیکن بدقسمتی سے کچھ متنازعہ نام علامہ محمد بن عمر الواقدی کا ہے ۔ واقدی اور ان کے نامور شاگرد اور تربیت یافتہ علامہ ابن سعد نے سیرت کے موضوع پر جو کام کیا ہے وہ اگر منہا کر دیا جائے تو علم سیرت کی شاید وہ حیثیت نہ رہے جو آج موجود ہے ۔ واقدی کے ثقہ یا غیر ثقہ ہونے کے موضوع پر گذشتہ بارہ سو سال سے علمی حلقوں میں بحث جاری ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ واقدی کی تصانیف سے استفادہ اور اعتناء کا عمل بھی جبھی سے جاری ہے ۔ مزید برآں واقدی کے شاگرد رشید علامہ ابن سعد جن کی کتاب طبقات میں بہت سا مواد خود واقدی ھی سے ماخوذ ہے ہر دور میں مقبول و محترم اور غیر متنازعہ رہے ھیں ۔

عصر حاضر کے جلیل القدر مفکر اور مایہ ناز محقق علامہ ڈاکٹر محمد حمیداللہ نے بھی اس دور میں سیرت نبوی کے میدان میں جو کام کیا ہے وہ بلاشبہ اتنا ھی وقیع اور وسیع ہے جتنا اس دور کے لحاظ

سے واقــدی اور ان کے شـاگرد ابن سعد کا تھا ۔ روایت و ثقاهت کے روایتی اصولوں کی روشنی میں جو تنقید اس وقت واقدی پر کی گئی تھی ویسی ھی تنقید (خوش قسمتی سے اس سے بہت کم اور ھلکی) ڈاکٹر صاحب پر کی گئی ۔ لیکن تاریخ کا یہ ناقابل تغیر اصول ہے کہ بےبنیاد تنقید اور بے جا تنقیص اپنی موت آپ مر جاتی ہے اور اصل بقاء دوام اس کام کو حاصل ہوتا ہے جو بقاء دوام کا مستحق ہوتا ہے۔

زیر تبصرہ کتاب جو دراصل دو رسائل کا مجموعہ ہے انہی علامہ واقدی کی تالیف ہے جس کو ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب نے اپنے مختصر مگر وقیع مقدمہ اور تحقیق کے ساتھ شائع کیا ہے ۔ ان دو رسائل میں پہلا رسالہ کتاب الردہ کے نام سے ہے جو مطبوعہ کتاب کے ۱۰۷ صفحات (صفحہ ۱۹ تا ۱۲۵) پر مشتمل ہے ۔ فاضل محقق نے سہولت مطالعہ و حوالہ کے پیش نظر اپنے خاص اسلوب کے مطابق اس کو ۱۹۲ پیراگرافوں میں تقسیم کیا ہے۔ دوسرا رسالہ نسبةً مختصر ہے جو صفحہ ۱۲۶ سے شروع ھو کر صفحہ ۱۳۷ پر ختم ھو جاتا ہے اور کل بارہ صفحات پر مشتمل ہے ۔ محقق علامہ نے پیراگرافوں کے نمبر دونوں رسالوں میں مسلسل ھی رکھے ھیں ۔ اس لئے دوسرے رسالہ کا آغاز پیراگراف نمبر ۱۹۳ سے ھوتا ہے ، اور انتہاء پیراگراف نمبر ۲۱۳ پر ھوتی ہے۔ دوسرے رسالہ کا اصل عنوان جو متن کتاب میں (صفحہ ۱۲۶) پر دیا ھوا ہے۔ وہ ذرا طویل ہے : نبذة فی ذکر المثنی بن حارثة الشیبانی وھو اول الفتوح بعد قتال اھل الردة ، وھو ایضا من روایة ابن الاعثم الکوفی ۔ ھمارے سامنے اصل مخطوطہ یا اس کے متعلقہ صفحہ کی کوئی عکسی نقل نہیں ہے اس لئے یہ کہنا مشکل ہے کہ یہ ساری عبارت ناسخ نے ھی عنوان قرار دی ہے یا فاضل محقق نے اس کو عنوان کی عبارت قرار دیا ہے۔ ھمارے اندازہ میں عنوان میں صرف یہ الفاظ رھے ھوں گے : نبذة فی ذکر المثنی بن حارثہ

الشیبانی ۔ بقیہ عبارت متن کی رہی ہو گی ۔ ممکن ہے کسی ناسخ نے اس کو متن کے بجائے عنوان کا جزو سمجھ لیا ہو ۔ غالباً اس خیال کے پیش نظر کتاب کے سرورق پر جو عنوان دیا گیا ہے وہ صرف نبذة من فتوح العراق ہے ۔ کتاب کے آخر میں ۲۸ صفحات پر مشتمل تفصیلی فہرستیں (اسماء و قبائل ، بلاد و اماکن ، قوافی) بھی دی گئی ہیں جن سے کتاب کی اہمیت اور افادیت بڑھ گئی ہے ۔

کتاب کا عام اسلوب بیان مصنف کی دوسری کتابوں (کتاب المغازی وغیرہ) سے ملتا جلتا ہے ۔ یہی انداز اس دور میں دوسرے مشہور سیرت نگاروں ابن ہشام وغیرہ کے ہاں بھی ملتا ہے ۔ لیکن اس کتاب میں بعض ایسی نئی معلومات بھی موجود ہیں جو سیرت کی عام متداول کتابوں میں نہیں ہیں ۔ مثلاً صفحہ ۱۹ ہی پر یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے فوراً بعد سقیفہ بنی ساعدہ کے اجلاس سے بھی پہلے انصار کا ایک اجلاس ہوا جس سے ان کے ایک لیڈر حضرت مالک بن التیہان رضی اللہ تعالی عنہ نے خطاب فرمایا اور مسلمانوں کو درپیش خطرات (مسیلمۂ کذاب، طلیحہ، فتنۂ ارتداد وغیرہ) گنانے کے بعد کہا کہ اگر اس موقع پر کسی ہاشمی یا قریشی کو خلافت کی ذمہ داری سپرد نہ کی گئی تو سراسر تباہی اور بربادی ہے ۔ اسی طرح آگے صفحہ ۲۱ تا ۳۰ پر سقیفہ بنی ساعدہ کے مباحثات و مناقشات کی تفصیلات میں بھی بہت سی نئی باتیں ملتی ہیں ۔ مثلاً وہاں آغاز گفتگو ہی میں خود انصار کے تین قائدین (اسید بن نصیر، بشیر بن سعد، عویم بن ساعدہ) نے مطالبہ کیا کہ خلیفہ قریش میں سے ہی منتخب کیا جائے تاکہ پورے عرب میں اس نظام کو استحکام اور مقبولیت حاصل ہو سکے ۔

فاضل محقق نے مختصر مگر جامع مقدمہ کے ساتھ ساتھ جابجا قیمتی حواشی بھی تحریر فرمائے ہیں ۔ مقدمہ میں انہوں نے ان اکابر

محدثین کی شدید تنقیدات کی توجیہہ کرنے کی کوشش کی ہے جو واقدی پر کی گئی ہیں ۔ ان کے خیال میں واقدی کی علمی کاوشیں محقیقین و محدثین کی ضروریات کی تکمیل کے لئے نہیں بلکہ عامة الناس کی دلچسپی کی خاطر تھیں اس لئے اسناد اور متن میں ربط کے سلسلہ میں انہوں نے وہ کڑی احتیاطیں پیش نظر نہیں رکھیں جو محدثین کرام پیش نظر رکھتے ہیں ۔ پھر واقدی واقعات کی جو جزوی تفصیلات جمع کرتے ہیں ان میں وہ کڑا معیار ملحوظ رکھنا ممکن نہیں ہو سکتا جو عقائد و فقه وغیرہ کے معاملات میں ضروری قرار دیا جاتا ہے۔

کتاب کی اس زبردست اهمیت کے باوجود یہ ایک عجیب بات ہے کہ اس کا ایک ہی قلمی نسخه دریافت ہو سکا ہے جو بانکی پور (بھارت) کے مشہور کتب خانہ خدا بخش میں محفوظ ہے۔ یہ نسخه بھی تیرھویں صدی ھجری کے آخر یعنی ١٢٧٨ھ کا لکھا ہوا ہے۔ فاضل محقق نے اس نسخه کی ثقاهت و اصلیت اور اس کے ماخذ کے بارہ میں کچھ ارشاد نہیں فرمایا ۔

کتاب پیرس میں چھپی ہے لیکن نشر و اشاعت کی ذمه داری بیروت کے مشہور ناشر کتب الشركة المتحدة للتوزيع نے لی ہے۔ وہیں سے یہ کتاب دستیاب ہو سکتی ہے۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی